QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

اردو تلفظ پر غیر ملکی زبانوں کے اثرات: ایک معاصر مطالعہ

THE EFFECTS OF FOREIGN LANGUAGES ON URDU PRONUNCIATION: A CONTEMPORARY STUDY

Dr Azim Ullah Jundran
Assistant Professor, Dept. of Urdu, Superior University Faisal Abad.
Correspondence: aujundran@gmail.com
Dr. Mubashir Hussain
Associate Professor, Govt. Associate College Phalia.

Abstract:
The phonetic system of the Urdu language is a profound manifestation of cultural synthesis, reflecting centuries of interaction between Indo-Aryan, Semitic, and Indo-Iranian linguistic traditions. This article explores the historical impact of foreign languages—primarily Arabic, Persian, and English—on Urdu pronunciation (Talaffuz) and analyzes the factors contributing to its contemporary decay. Historically, Arabic provided Urdu with its articulatory depth (Makharij), while Persian infused it with melodic elegance, and its Indo-Aryan roots preserved its local identity through retroflex and aspirated sounds. However, the research highlights a significant shift in the modern era. The influence of the English language, accelerated by the post-1857 socio-political changes and contemporary globalization, has altered traditional phonetic patterns. A critical portion of the study is dedicated to the "contemporary corruption" of pronunciation driven by electronic and social media. The lack of familiarity with diacritics (Erab), the dominance of English-medium backgrounds among media professionals, and the haste of digital communication have led to the normalization of "vulgar errors" (Ghalat-ul-Awam). The article concludes that this phonetic decline poses a threat to the semantic integrity of the language. It recommends institutional intervention, the establishment of linguistic codes of conduct for media, and the development of digital phonetic tools to safeguard the classical eloquence of Urdu in the digital age.

- ***Key words:*** *Urdu Pronunciation (Talaffuz), Phonetics, Linguistic Decay, Arabic Influence, Persian Influence, Indo-Aryan Roots, Media Linguistics, English Impact on Urdu, Diacritics (Erab), Articulation (Makharij), Social Media and Language, Language Standardization.*

اردو زبان کی صوتیاتی تاریخ دراصل برصغیر کے اس تہذیبی اشتراک اور لسانی تنوع کا آئینہ دار ہے جس نے صدیوں کے فکری و تمدنی سفر کے بعد ایک منفرد لسانی آہنگ دریافت کیا۔ اردو محض ایک بولی نہیں بلکہ ہند آریائی بنیادوں پر سامی اور ہند ایرانی اثرات کی ایک ایسی پر شکوہ عمارت ہے جہاں مخارج کی درستی اور صوتی نفاست کو تہذیبی وقار کی علامت سمجھا جاتا رہا ہے۔ کسی بھی زبان کا صوتیاتی نظام اس کے علمی استقلال اور ابلاغی صحت کا ضامن ہوتا ہے، اور اردو کے معاملے میں یہ نظام عربی و فارسی کے گہرے اثرات کے باعث ایک مخصوص فصاحت و بلاغت کا حامل رہا ہے۔ چنانچہ اردو تلفظ کی جڑیں جہاں مقامی پراکرتوں کی بھاری اور معکوسی آوازوں میں پیوست ہیں، وہیں عربی کے مخارج نے اسے وہ وسعت اور گہرائی عطا کی ہے جو اسے دنیا کی دیگر ہم عصر زبانوں سے ممتاز کرتی ہے۔

تاہم، معاصر لسانی منظرنامے میں اردو تلفظ کی یہ جچی تلی عمارت بیرونی لسانی اثرات کے غیر منظم نفوذ اور جدید ابلاغی ذرائع کی بے راہ روی کے باعث شدید ٹوٹ پھوٹ کا شکار نظر آتی ہے۔ ۱۸۵۷ء کے سیاسی انقلاب کے بعد انگریزی زبان کے غلبے نے جہاں نئے صوتی تجربات کو راہ دی، وہیں موجودہ عہد کے الیکٹرانک اور سوشل میڈیا نے تلفظ کی صحت کو ثانوی حیثیت دے کر ایک ایسے صوتی بگاڑ کی راہ ہموار کر دی ہے جسے لسانیات کی اصطلاح میں 'المیہ' سے

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ آج اردو تلفظ محض اعراب کی تبدیلی یا مخارج کی معمولی لغزش تک محدود نہیں رہا، بلکہ یہ ایک ایسے لسانی انحطاط کی علامت بن چکا ہے جہاں عجلت پسندی اور ناواقفیت نے 'غلط العام' کو 'صحیحِ عام' کا درجہ دے دیا ہے۔ زیرِ نظر مقالہ اردو تلفظ پر عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں کے فنی اثرات کا تجزیہ پیش کرتے ہوئے ان معاصر اسباب و محرکات کا تنقیدی احاطہ کرتا ہے جو جدید دور میں اردو کے صوتی معیار کی گراوٹ کا اصل سبب بنے ہیں۔

اردو صوتیات کا تاریخی خمیر محض آوازوں کی ترتیب نہیں بلکہ برصغیر کی ہزاروں سالہ تہذیبی ہجرتوں، سماجی اختلاط اور لسانی انقلابوں کا ایک ایسا نامیاتی مظہر ہے جس نے اپنے ارتقائی سفر میں ہند آریائی بنیادوں پر سامی اور ہند ایرانی اثرات کی ایک پر شکوہ عمارت قائم کی ہے۔ اردو کو 'مخلوط زبان' قرار دینا اس کی صوتیاتی وسعت کا اعتراف ہے، جہاں مقامی پراکرتوں کی بھاری اور معکوسی آوازیں (Retroflex sounds) عربی و فارسی کے مائع اور حلق سے نکلنے والے مصمتوں کے ساتھ اس طرح ہم آہنگ ہوئیں کہ ایک نیا صوتی مزاج وجود میں آیا۔ یہ مزاج اس حقیقت کا عکاس ہے کہ اردو نے کسی ایک مخصوص جغرافیے یا نسل تک خود کو محدود رکھنے کے بجائے ایک آفاقی لسانی نظام کی تشکیل کی، جس میں قدیم ہندوی کی سادگی اور اسلامی تہذیب کی صوتی نفاست بیک وقت موجود ہے۔ اردو کے اس تاریخی خمیر اور ارتقائی عمل میں مختلف نسلوں کے کردار اور لسانی تہوں کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے سید شبیر علی کاظمی رقم طراز ہیں:

> "اس کے ارتقا میں مختلف نسلیں اور زبانیں معاون رہی ہیں اور اس پر ابتدا سے ہی مختلف النوع تہیں چڑھتی رہی ہیں۔ اس کی اٹھان کا رقبہ اتنا وسیع اور اس کے شیون اتنے متنوع اور متعدد ہیں کہ محققین زبان ابھی تک قطعی طور پر اس کے آغاز کے متعلق کسی متفقہ فیصلے پر نہیں پہنچ سکے ہیں۔"(1)

تنقیدی و تحقیقی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اردو کا مخلوط مزاج محض ذخیرہ الفاظ تک محدود نہیں بلکہ اس کا صوتی نظام (Phonatic System) انسانی شعور اور قومی بقا کا ضامن بن کر ابھرا ہے۔ جب کوئی بولی (Dialect) شعوری کوششوں اور تاریخی ضرورتوں کے تحت زبان (Language) بنتی ہے، تو اس کے صوتی سانچے (Phonatic Structure) اس قوم کی فکری و تہذیبی پختگی کا پتا دیتے ہیں۔ اردو نے جہاں فارسی سے نغمگی اور عربی سے مخارج کی درستی مستعار لی، وہیں اپنی ہندی الاصل جڑوں سے 'ٹ، ڈ، ڑ' جیسی آوازوں کو محفوظ رکھ کر اپنے مقامی تشخص کو برقرار رکھا۔ یہی صوتی توازن اردو کو ایک ایسی عالمی زبان بناتا ہے جو مختلف تہذیبوں کے درمیان ایک فعال لسانی پل کا فریضہ انجام دیتی ہے۔ زبان کے ارتقا اور قومی شعور کے اسی باہمی رشتے پر بحث کرتے ہوئے محمد ساجد خاکوانی لکھتے ہیں:

> "زبان کا ارتقا ایک فرد سے لے کر قوم تک اور اس سے بڑھ کر کسی بھی خطے کی تہذیبی، ثقافتی اور شعوری و فکری پختگی کا پتہ دیتا ہے۔ مطالعہ اقوام شاہد ہے کہ اقوام کی شکست کا آغاز زبان کی شکست سے ہوتا ہے۔"(2)

یعنی اردو صوتیات کا تاریخی خمیر ایک کثیر الجہتی عمل کا ثمر ہے جس نے برصغیر کے طول و عرض میں رابطے کی ایک ایسی فصیح اور مستحکم زبان تخلیق کی جو اپنے اندر قدیم و جدید صوتیات کا ایک منفرد امتزاج رکھتی ہے۔ اس مخلوط مزاج نے اردو کو وہ لچک عطا کی ہے جو اسے بدلتے ہوئے زمانوں اور نئے لسانی تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ رہنے میں مدد فراہم کرتی ہے۔

اردو کے صوتی نظام کی تعمیر و تشکیل میں عربی زبان کا کردار محض ایک معاون زبان کا نہیں بلکہ ایک ایسی 'مادرانہ' اساس کا ہے جس نے اردو کو ایک بولی (Dialect) کے محدود دائرے سے نکال کر ایک ہمہ گیر علمی و ثقافتی زبان کے مرتبے پر فائز کیا۔ برصغیر کے جغرافیائی اور تاریخی پس منظر میں عربی زبان کے اثرات ظہورِ اسلام کے ساتھ ہی مالابار کے ساحلوں اور بعد ازاں سندھ کے راستے یہاں کے لسانی خمیر میں شامل ہونے لگے تھے۔ فنی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اردو نے عربی کے صوتیاتی ڈھانچے سے نہ صرف انفرادی مصمتوں (Consonants) کو مستعار لیا بلکہ الفاظ کی ساخت اور مخارج کی ادائیگی کے وہ تمام معیار بھی اپنائے جو سامی لسانی خاندان کا خاصہ ہیں۔ یہ 'مادرانہ' کردار اس لیے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ اردو کی ساخت و پرداخت میں شامل ہزاروں الفاظ اپنی روح اور صوتی آہنگ کے اعتبار سے خالصتاً عربی النسل ہیں۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

اردو صوتیات پر عربی کے اس عمیق اور اساسی اثر کی بابت پروفیسر غازی علم الدین لکھتے ہیں:

> ”عربی زبان نے اردو کی ارتقائی مدارج طے کرنے اور اس کے حسن میں اضافہ کرنے کے عمل میں بہت حصہ لیا، برصغیر کی علاقائی زبانوں کا احصا کیا جائے اور ان کے مفردات کا ماخذ تلاش کیا جائے تو سینکڑوں نہیں ہزا روں الفاظ عربی النسل نکلیں گے جو اسلامی ثقافت کی زندہ مثال ہے۔ عربی اثرات کا نتیجہ ہے یوں کہا جاسکتا ہے کہ عربی الفاظ نے اردو کی ساخت و پرداخت ہی مادرانہ کردار ادا کیا ہے۔“(3)

فنی سطح پر عربی صوتیات نے اردو کے صوتی نظام میں ایک غیر معمولی تنوع پیدا کیا۔ عربی کے مخصوص حروفِ تہجی مثلاً ث، ح، خ، ع، غ، ف، ق، ط، ز، ض اور ظ اردو کا لازمی حصہ بنے، جس کی وجہ سے اردو کا صوتیاتی مزاج دیگر ہند آریائی زبانوں کے مقابلے میں زیادہ ثروت مند اور گنجان ہو گیا۔ ان بیرونی آوازوں کی شمولیت نے مقامی بولنے والوں کے لیے مخارج کی ادائیگی کے نئے چیلنجز پیدا کیے، جس کے نتیجے میں اردو کا ایک منفرد صوتیاتی نظام وضع ہوا جو اگرچہ اصل عربی مخرج سے کچھ مختلف ہے، مگر اپنی جگہ ایک مستند حیثیت رکھتا ہے۔ لسانیاتی محققین کے نزدیک بیرونی آوازوں کا یہ نفوذ دراصل زبان کے داخلی نظام کی تبدیلی کا باعث بنتا ہے جو ایک نئے صوتی آہنگ کو جنم دیتا ہے۔ اردو کے تعمیری دور میں عربی آوازوں کے اس فنی نفوذ اور صوتیاتی تبدیلیوں کے حوالے سے ڈاکٹر رضوانہ معین رقم طراز ہیں:

> ”دراصل بیرونی آواز والے الفاظ کا مستقل داخلہ کسی زبان میں صوتیاتی نظام کی تبدیلی کا محرک بن جاتا ہے۔ ا ردو کے تعمیری دور میں عربی اور فارسی کے الفاظ کثرت سے داخل ہوتے رہے ہیں اور ان الفاظ کے سہارے ا ن کی مخصوص آواز جو ہند آریائی زبانوں کی صورتحال سے بالکل مختلف تھیں۔ ان غیر مانوس ماحول میں ا پنی جگہ بنانے لگیں۔ ہندوستان کی لسانی فضا میں یہ آوازیں نئی اور اجنبی تھیں۔ لیکن اردو نے انھیں مشرفِ قبولیت بخشی اور اپنے صوتی نظام کا خاص جزو بنایا۔“(4)

یعنی عربی صوتیات نے اردو کو ایک ایسی مضبوط صوتی بنیاد فراہم کی جس نے زبان کی علمی، ادبی اور مذہبی لغت کو ایک مخصوص وقار عطا کیا۔ اگرچہ یہ آوازیں ابتدائی طور پر اس خطے کے لسانی ماحول کے لیے اجنبی تھیں، لیکن اردو کی فیاضانہ فطرت نے انہیں نہ صرف قبول کیا بلکہ انہیں اپنے مزاج میں اس طرح جذب کر لیا کہ آج عربی مخارج کے بغیر اردو کی فصاحت و بلاغت کا تصور ممکن نہیں۔ ان فنی اثرات نے اردو کو ایک ایسی عالمی شناخت دی جو اسے دنیا کی دیگر ہم عصر زبانوں سے ممتاز کرتی ہے۔

اردو کے صوتی اور لسانی ڈھانچے کی تعمیر میں فارسی روایت کو ایک ایسے پل کی حیثیت حاصل ہے جس نے عربی مخارج اور ہند آریائی آوازوں کے مابین نغمگی اور صوتی رچاؤ پیدا کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اردو نے جہاں فارسی سے شعری اصناف اور لغوی سرمایہ مستعار لیا، وہیں مخارج کی سطح پر بھی ایک خاص قسم کی تہذیب قبول کی، تاہم یہ قبولیت محض اندھی تقلید نہیں تھی بلکہ ایک تخلیقی عمل تھا جس کے تحت فارسی الفاظ اردو کے مقامی صوتی مزاج میں ڈھل کر اپنی اصل صورت سے قدرے مختلف ہو گئے۔ فنی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو بہت سے فارسی الفاظ جب اردو کے لسانی دائرے میں داخل ہوئے تو ان کے اعراب اور صوتی تہوں میں ایسی تبدیلیاں واقع ہوئیں کہ ان کے معنی اور محلِ استعمال دونوں متاثر ہوئے۔ فارسی الفاظ کے اردو میں صوتی انتقال اور معنوی تبدیلیوں کی وضاحت کرتے ہوئے پروفیسر علیم اشرف خان لکھتے ہیں کہ اہلِ ایران فارسی کو خاص لب و لہجے میں بولتے ہیں۔ ان کی ادائیگی میں لسانی حوالے سے نمایاں خصوصیات پائی جاتی ہیں لیکن جب اردو میں فارسی کے الفاظ کا تلفظ ادا کیا جاتا ہے تو ان الفاظ کی نوعیت بدل جاتی ہے، مثلاً:

> ”گلاب: فارسی میں گُل کے معنی گلاب کے پھول کے آتے ہیں۔ جب ہم صرف گلاب بولتے ہیں تو عرقِ گلا ب یا کیوڑے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ... شادی: فارسی میں شادی صرف خوشنما کے معنی میں مروج ہے اور بیاہ کو فارسی میں ازدواج کہتے ہیں۔ اردو میں مخصوص معنی شادی کے میرج یا بیاہ ہیں۔“(5)

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

فارسی لسانی روایت اور اردو مخارج کے تقابلی مطالعے سے یہ حقیقت بھی منکشف ہوتی ہے کہ اردو نے اپنی صوتی سہولت کے لیے فارسی کے بہت سے اعرابی ضابطوں کو رد کر دیا۔ مثال کے طور پر فارسی میں 'برادر'، 'خاوند' اور 'میت' جیسے الفاظ جن اعرابی حرکات (زبر، زیر، پیش) کے ساتھ ادا کیے جاتے تھے، اردو کے مقامی لہجے نے انہیں اپنے صوتی آہنگ کے مطابق تبدیل کر لیا۔ اسی طرح فارسی کا مخصوص حرف 'ژ (Zhe)'، جو ایرانی صوتیات میں نہایت اہم ہے، اردو میں داخل ہوتے ہی اپنی صوتی ثقالت کی وجہ سے اکثر مقامات پر 'ز' سے تبدیل کر دیا گیا یا اسے مخصوص علمی الفاظ تک محدود کر دیا گیا۔ لسانی محققین کے نزدیک یہ تبدیلی دراصل 'اردوا لینے' (Urduization) کے اس عمل کا حصہ ہے جس میں کوئی بھی دخیل لفظ مقامی شہریت اختیار کرتے ہی نئے صوتی ضوابط کا پابند ہو جاتا ہے۔

یعنی فارسی لسانی روایت نے اردو کو ایک وقیع صوتی و معنوی بنیاد فراہم کی، مگر اردو نے اپنے مقامی مزاج کی برتری برقرار رکھتے ہوئے فارسی مخارج کو ایک نئے صوتی توازن میں ڈھال لیا۔ یہ عمل جہاں اردو کی لچکدار فطرت کا ثمر ہے، وہیں یہ اس حقیقت کا بھی ثبوت ہے کہ اردو کا اپنا ایک مستقل اور باضابطہ صوتی نظام موجود ہے جو دخیل الفاظ کو اپنی شرائط پر قبول کرتا ہے۔ ان تبدیلیوں نے اردو کو فارسی کے مقابلے میں ایک الگ اور منفرد صوتی پہچان عطا کی ہے۔

اردو کے صوتیاتی ڈھانچے میں ہند آریائی ورثہ ایک مستحکم ستون کی حیثیت رکھتا ہے، جو اسے عربی اور فارسی کے سامی و ہند ایرانی اثرات کے باوجود اپنی مقامی جڑوں سے پیوست رکھتا ہے۔ لسانی نقطہ نظر سے اردو کی انفرادیت ان آوازوں میں پوشیدہ ہے جو خالصتاً اس خطے کی پراکرتوں سے کشید کی گئی ہیں اور جنہیں لسانیات میں ہکار (Aspirates) اور معکوسی یا رکوز (Retroflex) آوازیں کہا جاتا ہے۔ یہ آوازیں اردو کے اس صوتی جوہر کی نمائندگی کرتی ہیں جو عربی اور فارسی کے صوتیاتی نظام میں یکسر مفقود ہیں۔ ان آوازوں کا تحفظ اردو کے تہذیبی اور لسانی تشخص کا مسئلہ رہا ہے، کیونکہ ان کے بغیر اردو اپنی اس بصری اور صوتی جمالیات سے محروم ہو جاتی ہے جو اسے ایک ہمہ گیر ہندوستانی زبان کا درجہ عطا کرتی ہے۔

اردو رسم الخط میں ان آوازوں کو سمونے کے لیے جس فنی بصیرت سے کام لیا گیا، اس نے عربی فارسی حروفِ تہجی کو ایک نیا اور توسیع شدہ قالب عطا کیا۔ معکوسی آوازوں (ٹ، ڈ، ڑ) کے لیے حروف کی بالائی سطح پر توضیحی علامات (مثلاً ط) کا اضافہ کیا گیا، جبکہ ہکار آوازوں کے لیے 'ہائے مخلوط' (ھ) کو ایک مستقل صوتیاتی اوزار کے طور پر برتا گیا۔ فنی سطح پر یہ آوازیں محض دو حروف کا مجموعہ نہیں بلکہ مستقل 'صوتیے (Phonemes)' ہیں، جن کے اخراج سے زبان کا معنوی اور صوتی نظام درہم برہم ہو سکتا ہے۔ پروفیسر مرزا خلیل احمد بیگ اردو کی ان مخصوص ہندی الاصل جڑوں اور ان کی املائی و صوتی اہمیت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "اردو نے اپنے ارتقا کے دوران میں چودہ (14) خالص ہندی الاصل آوازیں اختیار کیں... اردو کی یہ ہندی الاصل آوازیں ہکار (نَفسی) اور رکوز (معکوسی) ہیں جن کے لیے عربی فارسی رسم الخط میں نہ تو کوئی حرف مقرر تھا اور نہ کوئی علامت، کیونکہ یہ آوازیں خالص ہندی نژاد ہیں اور عربی و فارسی زبانوں میں ان کا کوئی وجود نہیں۔ فارسی رسم الخط جب اردو کے لیے اختیار کیا گیا تو سب سے بڑی دشواری یہی پیش آئی کہ ان آوازوں کو تحریر میں کیسے ظاہر کیا جائے۔"(6)

تحقیقی و تنقیدی زاویے سے دیکھا جائے تو ان آوازوں کا تحفظ اردو کے صوتی مزاج کو ایک مخصوص توانائی اور رچاؤ فراہم کرتا ہے۔ خصوصاً ہکار آوازیں (مثلاً بھ، پھ، تھ، ٹھ) اردو بول چال میں وہ 'گرج اور گمک' پیدا کرتی ہیں جو زبان کے ابلاغی اثر کو دوچند کر دیتی ہیں۔ ماہرینِ لسانیات نے اس بات پر زور دیا ہے کہ ہائے دوچشمی (ھ) کا استعمال محض ایک املائی ضرورت نہیں بلکہ یہ ان پندرہ بھاری آوازوں کی نمائندگی کرتا ہے جو اردو کو دوسری زبانوں سے ممتاز کرتی ہیں۔ اگر ان آوازوں کے صوتیاتی فرق کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو 'کونسا' اور 'کھانسی' یا 'پہاڑ' اور 'پھاڑ' جیسے الفاظ کے مابین امتیاز کرنا ناممکن ہو جائے گا۔ اردو کی ان بھاری آوازوں کی اہمیت اور ان کے مستقل صوتیاتی درجے کی بابت شان الحق حقی کی رائے نہایت وقیع ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

وہ ان آوازوں کی صوتی قوت کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

> ”ان مثالوں میں جو گرج یا گمک سنائی دیتی ہے وہ اس دو چشمی ھ کی بدولت ہے جو ہم اپنے حروف میں استعمال کرتے ہیں۔ ہائے دو چشمی کو خارج کر کے پڑھیے تو وہ بات نہیں رہتی... غور کیجیے تو ہر صوتیے کا اپنا الگ مزاج ہوتا ہے یعنی آوازوں کو معنی سے کچھ نسبت ہوتی ہے۔ را اور ڑھا کے درمیان وہی فرق محسوس ہوتا ہے جو ایک تھرتھراتے تار اور ٹھوس پتھر میں۔“(7)

یوں، اردو نے اپنی ہند آریائی جڑوں کو محفوظ رکھتے ہوئے ایک ایسا متوازن صوتی نظام ترتیب دیا ہے جہاں ہکار اور معکوسی آوازیں بیرونی لسانی اثرات کے سیلاب میں بھی اپنی شناخت برقرار رکھنے میں کامیاب رہی ہیں۔ یہ تحفظ اردو کی اس لچکدار فطرت کا ثبوت ہے جو قدیم پراکرتوں کے صوتی حسن کو عربی و فارسی کے علمی وقار کے ساتھ یکجا کر دیتی ہے۔ ان آوازوں کی بقا ہی دراصل اردو کے اس صوتیاتی تنوع کی ضامن ہے جو اسے دنیا کی دیگر زبانوں کے مقابلے میں ایک منفرد اور مستحکم آہنگ عطا کرتا ہے۔

برصغیر کی لسانی تاریخ میں ۱۸۵۷ء کا سال ایک گہرے تمدنی اور صوتی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوا، جہاں انگریزی زبان محض ایک حاکم طبقے کی بولی کے طور پر نہیں بلکہ جدید سائنس، ٹیکنالوجی اور انتظامی علوم کے ایک وسیع ذخیرے کے ساتھ اردو کے لسانی افق پر نمودار ہوئی۔ اردو نے اپنی فطری لچک اور وسعتِ ظرفی کے باعث انگریزی لفظیات کو غیر معمولی رفتار سے قبول تو کیا، مگر صوتیاتی سطح پر ان دو مختلف خاندانِ زبان سے تعلق رکھنے والے نظاموں کے مابین ایک مستقل تصادم کی صورت پیدا ہو گئی۔ انگریزی الفاظ کی اردو میں شمولیت نے جہاں ذخیرہ الفاظ کو ثروت مند بنایا، وہیں جدید صوتی تبدیلیوں کی ایک ایسی لہر پیدا کی جس نے اردو کے روایتی مخارج اور صوتی آہنگ کو نئے سانچوں میں ڈھال دیا۔ اس عمل میں بہت سے انگریزی الفاظ اپنے اصل صوتی جوہر سے ہٹ کر 'اردوائے' گئے، تاکہ مقامی بولنے والوں کی زبان پر سہولت کے ساتھ رواں ہو سکیں۔ اردو کے صوتی نظام اور انگریزی الفاظ کے مابین اس ارتقائی موافقت اور مخارج کی تبدیلی کے حوالے سے بدیع الزمان رقم طراز ہیں:

> ”انگریزی کے جن الفاظ کے تلفظ اردو میں قدرے تبدیل ہوا ہے۔ ان میں School, Station, Screen, State جیسے اچھے خاصے الفاظ شامل ہیں۔ انگریزی میں ان الفاظ کو ادا کرتے ہوئے "ایس" کی آواز نکالی جاتی ہے لیکن اردو میں جب یہ الفاظ بولے جاتے ہیں تو پہلے ہمزے کی آواز آتی ہے۔ اسکول، اسٹیشن، اسکرین، اسٹیج، اسٹیشن، اگر ہمزے یا الف کی آواز کو حذف کر کے انھیں اسکول، اسٹیشن، اسٹیٹ، اسکرین بولا جائے تو یہ مناسب نہ ہوگا۔ ایک تو یہ اس لیے کہ اردو کا مزاج اسے قبول نہیں کرتا دوسرا اس لیے کہ انھیں اصل تلفظ کے ساتھ بولنا اردو والوں کے لیے ثقالت رکھتا ہے۔“(8)

جدید دور میں عالمگیریت اور ذرائع ابلاغ کی تیز رفتار ترقی نے انگریزی الفاظ کے تلفظ میں ایک نئی علمی بیداری پیدا کی ہے، جس کے نتیجے میں دہائیوں پرانے مروجہ تلفظ اب تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں۔ ماضی میں جو الفاظ الف کی آواز (آ) کے ساتھ اردو کا حصہ بنے تھے، اب وہ اپنی اصل انگریزی آواز (او) کے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ تبدیلی محض صوتی نہیں بلکہ ایک سماجی و تعلیمی رویے کی عکاس ہے، جہاں نئی نسل انگریزی الفاظ کو ان کے اصل صوتی پس منظر میں ادا کرنے کو ترجیح دیتی ہے۔ تاہم، یہ عمل اردو کے داخلی صوتی نظام میں ایک نوع کا انتشار بھی پیدا کر رہا ہے، کیونکہ ایک ہی لفظ معاشرے کے مختلف طبقات میں دو مختلف صوتی صورتوں میں مروج ہو چکا ہے، جس سے اردو کی بصری اور صوتی ہم آہنگی متاثر ہو رہی ہے۔ انگریزی الفاظ کے تلفظ میں آنے والی اس حالیہ تبدیلی اور صوتی پیچیدگی کے بارے میں بدیع الزمان مزید لکھتے ہیں:

> ”انگریزی کے Knowledge, College, Doctor, Pocket جیسے الفاظ کے تلفظ میں قدرے پیچیدگی پائی جاتی ہے۔ کیوں کہ ان الفاظ کو مختلف طریقے سے بولا جاتا ہے۔ بعض لوگ "او" کی آواز کے ساتھ جیسے ڈوکٹر، کولج، نولج، پوکٹ بولتے ہیں۔ جب کہ بعض لوگ ڈاکٹر، نالج، کالج، پاکٹ بولتے ہیں۔ کچھ دہا

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

ئیاں قبل تک ایسے الفاظ کو "آ" کے آواز کے ساتھ بولنے، پڑھنے کا رواج تھا لیکن اب یہ چلن تیزی کے ساتھ تبدیل ہو رہا ہے۔ چناں چہ اب اردو حوالے سے ان الفاظ کو "او" کی آواز کے ساتھ بولتے نظر آتے ہیں۔"(9)

یعنی انگریزی اثرات نے اردو صوتیات کو ایک نئے اور متحرک دور میں داخل کر دیا ہے جہاں قدیم 'اردوائے گئے' تلفظ اور جدید 'معیاری' انگریزی تلفظ کے مابین ایک کشمکش جاری ہے۔ یہ جدید صوتی تبدیلیاں اردو کے لسانی ارتقاء کا ثبوت ہیں، جو اسے معاصر عالمی تقاضوں سے ہم آہنگ رکھنے کی سعی کر رہی ہیں۔ ان اثرات کی بدولت اردو کا صوتی نظام اب محض ہند آریائی یا سامی اثرات تک محدود نہیں رہا بلکہ اس میں ایک ایسی بین الاقوامی صوتیاتی جہت شامل ہو گئی ہے جو مستقبل میں اردو کے ابلاغی دائرے کو مزید وسیع کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

اردو لسانیات میں اعراب (Diacritics) کی حیثیت محض لفظی آرائش کی نہیں بلکہ یہ معنی کی روح اور تفہیم کی بنیاد ہیں۔ چونکہ اردو کا رسم الخط بڑی حد تک عربی اور فارسی روایات کا مرہونِ منت ہے، اس لیے یہاں زبر، زیر اور پیش کی ذراسی تبدیلی لفظ کی پوری کائنات بدل دیتی ہے۔ معاصر لسانی منظر نامے میں اعراب سے ناواقفیت ایک ایسے المیے کی صورت اختیار کر چکی ہے جہاں تحریر کی بصری صورت تو برقرار رہتی ہے مگر اس کا معنوی جوہر مسخ ہو جاتا ہے۔ لسانی محققین کے نزدیک اردو تحریر کا "ننگا" ہونا (اعراب سے خالی ہونا) جہاں کاتبوں کے لیے سہولت ہے، وہاں قاری کے لیے معنوی الجھنوں کا ایک لامتناہی سلسلہ بھی ہے۔ جب تک لفظ کے صحیح تلفظ اور اس پر لگے اعراب کا علم نہ ہو، ایک ہی حرفی ترتیب کے حامل الفاظ (Homographs) قاری کے فکری انتشار کا باعث بنتے ہیں۔ اردو رسم الخط میں اعراب کی اسی کلیدی ضرورت اور ان کی عدم موجودگی سے پیدا ہونے والے لسانی مسائل پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر شاداب ردولوی لکھتے ہیں:

"اردو رسم الخط میں اعراب کی اہمیت اس قدر ہے جتنی عربی میں تلفظ اور زبان کے اختلاف کی۔ سب سے پہلی وجہ اردو رسم الخط میں حروفِ علت کی غیر موجودگی اور اعراب کا فقدان ہے۔ اردو میں اعراب خاص طور پر ایسے الفاظ کے لیے سخت ضروری ہیں جو اردو کا جزو ہیں لیکن اعراب کی عدم موجودگی میں ان کے معنی بدل جاتے ہیں۔"(10)

تحقیقی و تنقیدی اسلوب میں اس المیے کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اعراب کا غلط استعمال یا ان سے لاپرواہی محض تلفظ کی غلطی نہیں بلکہ معنوی بگاڑ کی سنگین صورت ہے۔ مثال کے طور پر لفظ "ملک" کو اگر میم کے پیش (مُلک) کے ساتھ پڑھا جائے تو یہ ریاست کے معنی دیتا ہے، مگر میم کی زبر (مَلک) اسے فرشتہ بنا دیتی ہے اور میم کی زیر (مِلک) اسے جائیداد یا ملکیت میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اسی طرح عربی الاصل الفاظ میں اسم فاعل اور اسم مفعول کا فرق بھی محض ایک زیر اور زبر کے مرہونِ منت ہے۔ "مرتب" (ت کی زیر کے ساتھ) ترتیب دینے والا ہے، جبکہ "مرتب" (ت کی زبر کے ساتھ) وہ شے ہے جسے ترتیب دیا گیا۔ جب قاری ان باریکیوں سے بے خبر ہوتا ہے، تو وہ عبارت کے حقیقی سیاق و سباق سے کٹ جاتا ہے۔ یہ معنوی بگاڑ بالخصوص علمی اور سنجیدہ تحریروں میں ابلاغ کی ناکامی کا سب سے بڑا سبب بنتا ہے۔ عربی الفاظ کے درست تلفظ کے لیے اعراب کی ناگزیریت اور اردو دانوں کی اس ضمن میں ہونے والی غیر شعوری لغزشوں کے حوالے سے پروفیسر غازی علم الدین رقم طراز ہیں:

"اردو میں بلند پایہ تحریر اور جدت پسند تخلیق کے لیے عربی زبان سے استفادہ ناگزیر ہے۔ صحیح اردو لکھنے اور بولنے کے لیے اردو میں مشتمل عربی زبان کے تلفظ سے بہرہ ور ہونا بہت ضروری ہے۔ عربی زبان سے گہرے تعلق کے باوجود اردو دان غیر شعوری طور پر اکثر الفاظ کا تلفظ غلط کر جاتے ہیں۔ تلفظ اور تراکیب کی غلطیوں پر کبھی سنجیدگی سے توجہ نہیں دی گئی۔"(11)

یعنی اعراب سے ناواقفیت اردو کے معنوی نظام کے لیے ایک مستقل خطرہ بن چکی ہے۔ معاصر دور میں، جہاں مطالعے کا رجحان کم اور سنی سنائی باتوں پر عمل زیادہ ہے، وہاں اعراب کی اہمیت کو اجاگر کرنا لسانی بقا کا مسئلہ ہے۔ جب تک علمی اور تعلیمی سطح پر اعراب کے درست استعمال کی تربیت نہیں دی جائے

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

گی، الفاظ کی معنوی روح اسی طرح مجروح ہوتی رہے گی۔ اعراب دراصل وہ نشانات ہیں جو خاموش حروف کو زندگی اور معنی عطا کرتے ہیں، اور ان سے انحراف اردو کی فصاحت و بلاغت کے لیے زہر قاتل ہے۔

اردو زبان اپنی وسعت اور ہمہ گیری کے باعث برصغیر کے طول و عرض اور عالمی سطح پر مختلف لسانی گروہوں کے درمیان وسیلہِ اظہار رہی ہے، مگر اس جغرافیائی پھیلاؤ نے تلفظ کی سطح پر "علاقائی لہجے (Regional Accents) " کے تنوع کے ساتھ ساتھ مخارج کی ادائیگی میں کئی فطری رکاوٹوں کو بھی جنم دیا ہے۔ لسانیات کے نقطہ نظر سے، کسی بھی فرد کا صوتی نظام (Phonetic System) اس کی مادری زبان کے سانچوں میں ڈھلا ہوتا ہے، چنانچہ جب وہ اردو کے مخصوص حروف، بالخصوص عربی اور ہند آریائی اصوات کو ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے، تو اس کے حلق اور زبان کی ساخت ان آوازوں کی راہ میں ایک "فطری رکاوٹ" بن جاتی ہے۔ یہ بگاڑ محض لاپرواہی کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ صوتی عادات کی پختگی کا مظہر ہے، جہاں متکلم اپنے مقامی آہنگ کے زیرِ اثر حروف کو ان کے اصل مخرج سے ہٹا کر اپنے لیے سہل آوازوں میں تبدیل کر لیتا ہے۔ علاقائی اثرات کے تحت مخارج میں ہونے والی اس فطری تبدیلی اور لسانی مجبوریوں کی بابت اسد ملتانی رقم طراز ہیں:

> "اہل پنجاب اقبال کو اکبال، قلم کو کلم کہنے پر مجبور ہیں اور یورپ والے منشی کو منسی اور روشن کو روسن کہنے پر یہی وجہ ہے کہ "ش "کاف درست ہونا تلفظ کے صحیح ہونے کے معنوں میں بولا جاتا ہے۔ انگریزی کی زبان میں ت یا ط کا لفظ نہیں ہوتا۔لہذا وہ تم اور ٹم اور طوطا اور ٹوٹا کہنے پر مجبور ہے۔ اہل ایران کے ہاں ٹ، ڈ اور ہائے مخلوط کی آواز ندارد ہے۔ ... عربی میں ان حروف کے علاوہ پ، چ اور گ کی آوازیں موجود نہیں۔" (12)

تحقیقی سطح پر یہ امر بھی مشاہدے میں آتا ہے کہ بعض خطوں کے لوگ چند مخصوص حروفِ صحیح کو ادا کرنے سے فطرتاً قاصر رہتے ہیں، کیونکہ ان کے مقامی لسانی ماحول میں ان آوازوں کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر، فارسی بولنے والوں کے لیے اردو کی بھاری آوازیں (مہاپراں) جیسے 'بھ' یا 'تھ' اجنبی ہیں، جبکہ عربوں کے لیے 'گ' یا 'پ' کی ادائیگی صوتی ثقالت کا باعث بنتی ہے۔ پنجاب اور سندھ کے بعض علاقوں میں 'عین' (ع) اور 'حطی ہ' (ح) کے مخارج میں آمیزش ہو جاتی ہے، جس سے لفظ کا صوتی حسن تو متاثر ہوتا ہی ہے، بسا اوقات معنویت میں بھی ابہام پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ علاقائی لہجے اردو کو ایک کثیر الصوتی رنگ تو عطا کرتے ہیں، مگر فصاحت کے معیار پر یہ ایک مستقل لسانی چیلنج کی صورت میں موجود رہتے ہیں۔ مقامی لہجے کی پختگی اور اس سے پیدا ہونے والے صوتی انحراف پر پروفیسر غازی علم الدین نے نہایت مدلل گفتگو کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

> "مقامی لہجے کا بھی اردو الفاظ کے تلفظ پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ بعض لوگ مقامی لہجے کی پختگی کی بنا پر کوشش کے باوجود الفاظ کے مخرج صحیح طور پر ادا نہیں کر پاتے۔ مثال کے طور پر بعض علاقوں میں ع کو ح سے تبدیل کر دیا جاتا ہے: [مثلاً] محلوم [بجائے] معلوم، شحور [بجائے] شعور۔ ... بعض علاقوں کے لوگ الفاظ کے ادائیگی میں نہ چاہتے ہوئے بھی امالہ کی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔ مثلاً آب، کب، جب، کو ایک خاص علاقے کے لوگ ایب، جیب اور کیب وغیرہ ادا کرتے ہیں۔" (13)

یعنی علاقائی لہجے اور مخارج کی فطری رکاوٹیں اردو صوتیات کے ارتقاء میں ایک ناگزیر عنصر کے طور پر شامل رہی ہیں۔ یہ رکاوٹیں اس بات کی عکاس ہیں کہ زبان محض کتابی قواعد کا مجموعہ نہیں بلکہ جیتے جاگتے انسانوں کے مادی اور جغرافیائی حالات کے تابع ہوتی ہے۔ اگرچہ علمی سطح پر "فصیح تلفظ" کی ترویج ضروری ہے، مگر ان علاقائی تنوعات کا تحقیقی مطالعہ اردو کی ہمہ گیری اور اس کے صوتیاتی پھیلاؤ کو سمجھنے کے لیے بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ ان فطری رکاوٹوں نے اردو کو مختلف لسانی تہذیبوں کے درمیان ایک ایسا لچکدار میڈیم بنا دیا ہے جو ہر علاقے کے مزاج میں رچ بس جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

معاصر عہد میں ابلاغی ذرائع اور سوشل میڈیا نے جہاں معلومات کی رسائی کو سہل بنایا ہے، وہیں اردو زبان کے صوتی اور املائی ڈھانچے کے لیے کئی سنگین خطرات بھی پیدا کر دیے ہیں۔ روایتی طور پر اردو کی تہذیب و آرائش میں شعراء، ادبا اور اساتذہ کا کلیدی کردار رہا ہے، مگر موجودہ دور میں یہ منصب

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کے ان ترجمانوں کے پاس چلا گیا ہے جو لسانی تربیت سے بڑی حد تک محروم ہیں۔ قومی میڈیا کے اینکرز اور رپورٹرز، جو عموماً انگریزی نظامِ تعلیم کے پروردہ ہیں، اردو کے مخصوص مخارج اور صوتی نزاکتوں سے ناواقفیت کی بنا پر ایک ایسا 'عجائب خانہ' تخلیق کر رہے ہیں جہاں 'ث'، 'س' اور 'ص' کے درمیان صوتی تفاوت مٹ چکا ہے اور 'ق' کی جگہ 'ک' کا استعمال فصیح سمجھا جانے لگا ہے۔ ابلاغی سطح پر برتی جانے والی یہ دانستہ یا نادانستہ غفلت عوامی سطح پر 'غلطِ عام' کو 'صحیح عام' بنانے کا باعث بن رہی ہے۔ قومی میڈیا پر تلفظ کی اس بگڑتی ہوئی صورتِ حال اور اس کے اسباب پر تبصرہ کرتے ہوئے شہاب الدین قاسمی رقم طراز ہیں:

"اردو کے تلفظ اور ادائیگی میں پریشانی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ٹی وی اینکر یا رپورٹر زیادہ تر انگلش میڈیم ہوتے ہیں۔ جہاں تمام الفاظ کے ادائیگی کے لیے الگ الگ حروف نہیں ہوتے۔۔۔ انداز کو اندراج پڑھا جانا، وقت کو وقت کہا جانا، اگر کسی کا نام شاہ عالم ہو تو اس کو ساہ آلم کے نام سے پکارا جانا۔ اسی طرح ثاقب کو ساکب کہہ کر بولا جانا، تقریبات کا ذکر آئے تو اس کو تکریبات بنا دینا۔ نہایت ہی افسوسناک بات ہے۔"(14)

سوشل میڈیا کے پھیلاؤ نے لسانی انحطاط کے اس عمل کو مزید تیز کر دیا ہے۔ ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پر پیغام رسانی کی عجلت پسندی اور 'اختصار نویسی' کے رجحان نے اردو املا کے داخلی نظام کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ رومن رسم الخط میں اردو لکھنے کی روش (Urdish) نے نوجوان نسل کو اردو کے بصری حسن اور املائی ضوابط سے دور کر دیا ہے۔ تنقیدی زاویے سے دیکھا جائے تو سوشل میڈیا پر لسانی صحت سے زیادہ 'ابلاغِ مقصد' کو اہمیت دی جاتی ہے، جس کی وجہ سے نون غنہ کا غائب ہونا، ہائے ہوز اور ہائے دوچشمی میں فرق نہ کرنا، اور حروفِ صحیح کی تبدیلی جیسے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ ان غلطیوں کو کثرتِ استعمال کی بنا پر لغات میں جگہ دی جا رہی ہے، جس سے زبان کی مستند صورتِ حال ہی مشکوک ہو کر رہ گئی ہے۔ سوشل میڈیا کے اثرات اور لغت نگاری پر اس کے منفی اثرات کی بابت نایاب حسن یوں اظہارِ خیال کرتے ہیں:

"عموماً دیکھا جا رہا ہے کہ لفظ سوشل میڈیا پر زیادہ چل پڑتا ہے، اس سے ڈکشنری میں بھی شامل کر لیا جاتا ہے اور پھر وہ باقاعدہ فصیح اور لکھی پڑھی جانے والی زبان میں بھی استعمال کیا جانے لگتا ہے۔۔۔ نتیجتاً کسی لفظ کے صحیح یا غلط ہونے کا کوئی معیار باقی نہیں رہتا کیوں کہ جو الفاظ کل تک مہمل یا غلط سمجھے جاتے تھے اب وہی صحیح اور موزوں قرار دیے جا رہے ہیں۔"(15)

مختصراً یہ کہ ابلاغی ذرائع اور سوشل میڈیا نے اردو کے صوتی اور تحریری معیار کو ایک ایسے موڑ پر لا کھڑا کیا ہے جہاں 'سطحیت' اور 'عامیانہ پن' غالب آ رہا ہے۔ اگر ادارہ جاتی سطح پر میڈیا ہاؤسز کے لیے لسانی ضابطہ اخلاق وضع نہ کیا گیا اور ڈیجیٹل صارفین کی لسانی تربیت پر توجہ نہ دی گئی، تو اردو کا وہ مخصوص تہذیبی آہنگ جو عربی، فارسی اور ہند آریائی صوتیات کے حسین امتزاج سے عبارت ہے، قصۂ پارینہ بن کر رہ جائے گا۔ میڈیا کی یہ صوتی بے راہ روی دراصل اردو کی فصاحت و بلاغت کے لیے ایک مستقل خطرہ ہے۔

اردو تلفظ کی تاریخ کا عمیق مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اس زبان کا صوتیاتی نظام کسی ایک بند سماج کی پیداوار نہیں، بلکہ یہ عربی، فارسی، انگریزی اور ہند آریائی لسانی روایات کے باہمی اختلاط کا ایک زندہ شاہکار ہے۔ عربی نے اسے مخارج کی گہرائی اور فنی وقار عطا کیا، فارسی نے صوتی نغمگی اور اسلوب کی لطافت بخشی، جبکہ ہند آریائی جڑوں نے اسے ٹ، ڈ، ڑ اور بھ، پھ جیسی آوازوں کے ذریعے مقامی تشخص فراہم کیا۔ تاریخی طور پر اردو نے دخیل الفاظ کو اپنے مخصوص صوتی مزاج میں ڈھال کر 'اردوا لینے' (Urduization) کے جس عمل کا آغاز کیا تھا، اس نے صدیوں تک اردو کی فصاحت و بلاغت کو برقرار رکھا۔ تاہم، معاصر عہد میں ٹیکنالوجی کے غلبے اور عالمی لسانی اثرات نے اردو تلفظ کے اس مستحکم ڈھانچے میں لرزش پیدا کر دی ہے، جہاں اب فصاحت کے بجائے سہولت اور صحت کے بجائے عجلت کو فوقیت دی جا رہی ہے۔

المختصر اردو تلفظ میں حالیہ بگاڑ محض انفرادی غلطی نہیں بلکہ ایک منظم لسانی تبدیلی ہے جس کے پس پشت الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کا کلیدی کردار ہے۔ نتائج سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اعراب (زبر، زیر، پیش) سے بڑھتی ہوئی ناواقفیت نے عربی الاصل الفاظ کی معنوی روح کو مسخ کر دیا ہے، جس کی وجہ سے

اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول کے درمیان امتیاز مٹتا جارہا ہے۔ مزید برآں، انگریزی کے بڑھتے ہوئے اثرات نے اردو کے روایتی صوتی آہنگ کو تبدیل کر دیا ہے، جس کی مثال کالج، نالج اور ڈاکٹر جیسے الفاظ کے بدلتے ہوئے تلفظ سے ملتی ہے۔ سب سے تشویشناک نتیجہ یہ ہے کہ ابلاغی ذرائع کی لاپرواہی کی بدولت 'غلط العوام' تلفظ تیزی سے مستند لغات کا حصہ بن رہا ہے، جو مستقبل میں اردو کی کلاسیکی اور علمی صوتیات کے مفقود ہونے کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے۔

سفارشات:

1. وفاقی ادارہ فروغِ قومی زبان (مقتدرہ) اور پیمرا کے تعاون سے ٹی وی اینکرز اور رپورٹرز کے لیے ایک لازمی 'صوتی گائیڈ بک' تیار کی جائے اور میڈیا ہاؤسز میں لسانی نگران کا تقرر یقینی بنایا جائے۔
2. ابتدائی اور ثانوی سطح کے نصاب میں الفاظ کے مخارج اور اعراب کے درست استعمال پر خصوصی توجہ دی جائے، تاکہ نئی نسل میں الفاظ کو ان کے فصیح تلفظ کے ساتھ ادا کرنے کی استعداد پیدا ہو۔
3. مقتدرہ قومی زبان کو ایک ایسی جدید موبائل ایپلی کیشن اور ویب سائٹ تیار کرنی چاہیے جس میں مستند آواز کے ساتھ اردو الفاظ کا درست تلفظ فراہم کیا جائے تاکہ عام صارفین ویب گاہ سے براہِ راست رہنمائی حاصل کر سکیں۔
4. لسانی ماہرین اور اداروں کو سوشل میڈیا پلیٹ فارمز (یوٹیوب، فیس بک، انسٹاگرام) پر مختصر تعلیمی ویڈیوز کے ذریعے عام فہم انداز میں تلفظ کی درستی کی مہم چلانی چاہیے تاکہ 'غلطِ عام' کے رجحان کی حوصلہ شکنی ہو۔
5. جامعات اور پریس کلبوں کی سطح پر باقاعدگی کے ساتھ 'فنِ خطابت اور صحتِ تلفظ' کے موضوع پر ورکشاپس منعقد کی جائیں، جہاں ماہرینِ لسانیات نئے لکھنے اور بولنے والوں کی صوتی تربیت کر سکیں۔

حوالہ جات

1. شبیر علی کاظمی، پراچین اردو، مکتبہ اسلوب، کراچی، 1982ء، ص1
2. محمد ساجد خاکوانی، اردو زبان پس منظر و پیش منظر، مشمولہ ماہنامہ قومی زبان، کراچی، 2000ء، ص58
3. غازی علم الدین، لسانی مطالعے، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، 2015ء، ص86
4. رضوانہ معین، اردو پر عربی کے لسانی اثرات، نور پرنٹنگ پریس، دہلی، 1991ء، ص111
5. علیم اشرف خان، اردو میں مستعمل فارسی و عربی الفاظ کا تلفظ و املا، مشمولہ: اردو میں تلفظ، معنویت اور مسائل، مرتبہ یوسف رام پوری، مرکزی پبلی کیشنز، نئی دہلی، 2018ء، ص49
6. مرزا خلیل احمد بیگ، لسانی تناظر، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، س ن، ص336
7. شان الحق حقی، لسانی مسائل و لطائف، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1999ء، ص153-155
8. بدیع الزمان، اردو میں انگریزی الفاظ کی ادائیگی کا مسئلہ، مشمولہ: اردو میں تلفظ اور معنویت (مرتب) یوسف رام پوری، مرکزی پبلی کیشنز، نئی دہلی، 2018ء، ص140
9. ایضاً
10. شاداب ردولوی، اردو میں لسانی تحقیق، حسان پرنٹنگ پریس، اسلام آباد، 1990ء، ص232
11. غازی علم الدین، لسانی مطالعے، ص132

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

12. اسد ملتانی، تلفظ کی غلطیاں، مشمولہ اصلاحِ تلفظ و املا (مرتب) طالب الہاشمی، القمر انشر و پرائز، لاہور، 1993ء، ص 20
13. غازی علم الدین، لسانی مطالعے، ص136
14. شہاب الدین قاسمی، قومی میڈیا اور اردو زبان و تلفظ، مشمولہ: اردو میں تلفظ معنویت مسائل، (مرتب) یوسف رام پوری، مرکزی پبلی کیشنز، نئ دہلی، 2018ء، ص173
15. نایاب حسن، سوشل میڈیا پر اردو تلفظ: مسائل اسباب اور تدارک، مشمولہ: اردو تلفظ اور معنویت(مرتب) یوسف رام پوری، مرکزی پبلشرز، نئ دہلی، 2018ء، ص167

References

1. Shabbir Ali Kazmi, Prachin Urdu, Maktaba-e-Asloob, Karachi, 1982, p. 1
2. Muhammad Sajid Khakwani, Urdu Zaban: Pas Manzar o Pesh Manzar, mashmoola *Mahnama Qaumi Zaban*, Karachi, 2000, p. 58
3. Ghazi Ilm-ud-Din, Lisani Mutali‘e, Educational Publishing House, Dehli, 2015, p. 86
4. Rizwana Moeen, Urdu par Arabi ke Lisani Asraat, Noor Printing Press, Dehli, 1991, p. 111
5. Aleem Ashraf Khan, Urdu mein Musta‘mal Farsi o Arabi Alfaaz ka Talaffuz o Imla, mashmoola: *Urdu mein Talaffuz, Ma‘nawiyat aur Masail*, murattib Yousuf Rampuri, Markazi Publications, New Dehli, 2018, p. 49
6. Mirza Khalil Ahmad Baig, Lisani Tanazur, Educational Publishing House, Dehli, s.n., p. 336
7. Shan-ul-Haq Haqqi, Lisani Masail o Lataif, Muqtadra Qaumi Zaban, Islamabad, 1999, pp. 153–155
8. Badi‘-uz-Zaman, Urdu mein Angrezi Alfaaz ki Adaigi ka Masla, mashmoola: *Urdu mein Talaffuz aur Ma‘nawiyat*, murattib Yousuf Rampuri, Markazi Publications, New Dehli, 2018, p. 140
9. Aizaan
10. Shadab Radolvi, Urdu mein Lisani Tehqeeq, Hassan Printing Press, Islamabad, 1990, p. 232
11. Ghazi Ilm-ud-Din, Lisani Mutali‘e, p. 132
12. Asad Multani, Talaffuz ki Ghaltiyan, mashmoola: *Islah-e-Talaffuz o Imla*, murattib Talib-ul-Hashmi, Al-Qamra Nashr o Pariz, Lahore, 1993, p. 20
13. Ghazi Ilm-ud-Din, Lisani Mutali‘e, p. 136
14. Shahab-ud-Din Qasmi, Qaumi Media aur Urdu Zaban o Talaffuz, mashmoola: *Urdu mein Talaffuz, Ma‘nawiyat, Masail*, murattib Yousuf Rampuri, Markazi Publications, New Dehli, 2018, p. 173
15. Nayab Hasan, Social Media par Urdu Talaffuz: Masail, Asbaab aur Tadaruk, mashmoola: *Urdu Talaffuz aur Ma‘nawiyat*, murattib Yousuf Rampuri, Markazi Publishers, New Dehli, 2018, p. 167